بنگال میں اردو زبان کا آغاز وارتقاء اور فورٹ ولیم کالج

کلیدی الفاظ: انشاء پردازی# ثقافت# سنگ بنیاد# مستند# جامع# تالیفات

ڈاکٹر نورالنساء

Abstract: In Ghalib's poetic vision, Calcutta emerges as a city teeming with vitality, where one can find everything under the sun except a cure for death. Its inhabitants, endowed with remarkable talent and warmth, effortlessly tackle every task they encounter. Bengal's contribution to Urdu's linguistic evolution parallels that of other regions. Calcutta, in particular, emerged as a nucleus for Urdu's cultivation, driven by various factors. The establishment of Fort William College proved instrumental in fostering Urdu, attracting scholars from across India to settle in the city. Between 1800 and 1828, the college's vigorous initiatives propelled Urdu prose to new heights, solidifying its significance within Urdu literature. Calcutta stood out as a bastion of Urdu excellence, boasting numerous distinguished Bengali Hindu scholars proficient in the language.

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں
اک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے

غالب کا یہ مشہور شعراس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کلکتہ اور اردو ادب کا رشتہ اس صدی کی یادگار ہے جب غالب اٹھارہویں صدی میں اپنے فارسی اصناف کلام کے بجائے اردو نظم ونثر میں اپنی شاعری اور انشاء پردازی کا سکہ منوار ہے تھے ۔زمانۂ قدیم سے ہی مغربی بنگال اردو زبان وادب کا گہوارہ رہا ہے اور جس کی بدولت بنگال کو ادبی ،تاریخی ،ثقافتی ،سیاسی ،سماجی اور علمی اعتبار سے ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔سرزمین بنگال کی مٹی ادبی اعتبار سے زرخیز ہے اور اپنی ارتقائی سفر میں ،زبان وادب تہذیب وثقافت اور افکار خیالات کے اعتبار سے شروع سے ہی ناقابل فراموش کردار ادا کرتا رہا ہے۔

بنگال کی تاریخ وثقافت پر اگر گہری نگاہ ڈالی جائے تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ بنگال میں اردو ادب کی جڑیں تیرہویں صدی عیسوی میں پنپنے لگتی ہیں، جب غلام خاندان کے بانی اور پہلے تاجدار قطب الدین ایبک کے جنرل بختیار خلجی نے لکھنوَ پر قبضہ کرلیا اور بنگال میں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد رکھی ۔لہٰذا صوفیائے کرام کو تبلیغ واشاعت میں مدد ملی اور بڑی تعداد میں بنگال کے پس ماندہ اور مظلوم طبقہ کی اکثریت نے مذہب قبول کیا۔صوفیائے کرام کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بنگال کے کچھ علاقے جیسے پنڈوا، مدنا پور،لکھنوَتی اور گوڑ میں امراء اور شرفاء نے بھی اردو زبان وادب کی ماحول سازی میں اہم رول ادا کیا۔انہوں نے بنگالیوں کے ساتھ رشتہ قائم کیا۔جس کے باعث شمالی ہند کے آنے والے سپاہیوں اور پٹھانوں نے اپنی زبان کا گہرا اثر بنگلہ زبان پر ڈالا اور بتدریج فارسی کے بہت سے الفاظ بنگلہ سے خلط ملط ہوگئے ۔ اس بات کی تصدیق اس طرح ہوتی ہے کہ مشہور یورپی سیاح ''ٹیری'' نے جو سترہویں صدی میں ہندوستان آیا تھا اپنے سفر نامہ ''مشرقی ہند کا سفر'' میں لکھا ہے:

''یہاں کی زبان بنگلہ ہے لیکن عام بول چال کی زبان انڈوستانی ہے جو کباڑیوں کی زبان ہے''

ٹیری کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ اردو بنگال میں سترہویں صدی میں رائج ہو چکی تھی لیکن اسے ادبی حیثیت اٹھارہویں صدی کی آٹھویں دہائی میں نصیب ہوئی ۔ مرشدآباد اردو زبان وادب کا پہلا مرکز بنا جہاں ''قدرت اللہ قدرت''، ونواب مخلص، انشاء اور مصدر کی شاعری کی دھوم مچی ہوئی تھی۔

اردو ادب میں مغربی بنگال کے وہ خطے مثلاً مرشدآباد ،مٹیا برج، ہگلی اور کلکتہ کو ادبی مقام حاصل ہونے میں مختلف وجوہات نظر آتے ہیں لیکن سب سے اہم وجہ شمالی ہندوستان کی سماجی اور ثقافتی زندگی کا بحران خاص طور پر نظر آتا ہے۔انقلابی تحریکات نے ہندوستان کی اس زبان کو فروغ دینے میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ۔انقلابیوں کے اس عہد میں ہندوستان کا نظام حیات ، بیرونی حملے، انگریز، مرہٹہ اور سکھوں کی فوجی طاقتوں کی دخل اندازی نے چاروں طرف گھما گھہی کا ماحول برپا کر رکھا تھا۔

مغلیہ سلطنت اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا اور ہر دن اس کی حالت بگڑتی ہی جا رہی تھی، ملک میں طوائف الملو کی پھیلی ہوئی تھی۔موت وحیات کی کشمکش جاری تھی ملک کی ایسی حالت میں لوگ اپنی جان مال کی حفاظت میں دوسرے شہروں کا رُخ کرنے لگے۔لہٰذا ادیبوں اور شعراء نے بھی ہجرت کرنا شروع کر دیا کچھ لوگ لکھنؤ میں آباد ہوئے تو کچھ عظیم آباد اور مرشدآباد میں سکونت اختیار کر کے وہاں کی آب وہوا اور فضا میں اپنی شاعری کے رس گھولنے لگے۔لہٰذا دلی کی تباہی وبربادی کے بعد لکھنؤ، عظیم آباد اور مرشدآباد میں ادبی محفلیں رنگ لاتی ہیں اور اردو کی بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارنے کا کام شروع کر دیا جاتا ہے۔لیکن بدیسی طاقتوں کے عروج کے باعث اردو کی محفلیں اک بار پھر سے سونی ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور اس زباں کی کشتی بھی ایسٹ انڈیا کمپنی اور مرشدآباد کے نوابوں کے جنگ کے طوفان میں

ہچکولے کھانے لگتی ہے۔

۱۷۴۷ء میں پلاسی کی جنگ میں نواب سراج الدولہ کو شکست ملی اور ہندوستان میں انگریز سوداگروں کی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا سکّہ چلنے لگا۔نواب اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی جنگ اردو زبان وادب کے لیے بڑا ناسازگار رہا جنگ پلاسی میں بھی بنگال کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں چلی گئی اور ان کی طاقت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا ۔مرشدآباد کو کلکتہ میں شامل کیا اور اردو زبان وادب کو فروغ دینے میں خصوصاً نثر کے نشو ونما اور ارتقاء کے لیے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی ایما پر ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا سنگ بنیاد رکھا گیا، جو اردو نثر کے لیے سنگ میل ثابت ہوا۔

اردو ادب خصوصاً نثری ادب کی تاریخ فورٹ ولیم کالج کے تفصیلی ذکر کے بغیر مستند اور جامع نہیں کہی جاسکتی ۔عموماً مؤرخین زبان اردو نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ سلیس اردو نثر نگاری کی ابتداء فورٹ ولیم کالج کے انعقاد اور اس سے منسلک مصنفوں کے ذریعہ ہوئی ۔اس سے قبل جو تالیفات ،تخلیقات یا تراجم اس زبان میں ملتے ہیں وہ غیر فہم اور ناقص تھے اور اپنے فن کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے تھے۔

جن اہل قلم حضرات نے فورٹ ولیم کالج کے دور میں اردو تراجم وتالیفات اور تصنیفات سے اردو ادب میں بیش بہا اضافے کیے ہیں ان میں زیادہ تر دہلی کے رہنے والے تھے کچھ لکھنؤ کی تہذیب سے بھی وابستہ تھے کچھ عظیم آباد اور لاہور میں جا بسے تھے۔

ڈاکٹر جان گلکرسٹ اور کالج کے دیگر منتظمین نے انہیں مدعو کیا۔دہلی لکھنؤ اور بنارس کے ادباء وشعراء زبان وادب کے نکات وجہت سے بخوبی واقف تھے اور ان فارسی انشاء پردازوں اور نثر نگاروں نے فورٹ ولیم کالج میں قصہ چہار درویش ،قصہ حاتم طائی اور گل بکاؤلی جیسی داستانوں کو عام فہم ،سلیس اور دلچسپ زبان میں لکھ کر عوام کو حیران کردیا۔بات دراصل یہ تھی کہ اس زمانے میں اردو نثر نگاری کو علم وقار

کے منافی پر رکھا جاتا تھا اور نثری تحریروں کو فارسی میں لکھنے کا ہی چلن عام تھا کیوں کہ فارسی اس وقت کی دفتری زبان تھی۔

دہلی طوائف الملوکیت کا شکار تھی اور دہلی کا ماحول اس وقت ناساز گار تھا ۔سیاسی وسماجی ماحول میں ادباء وشعراء اپنی نگارشات کو عوام کے سامنے لانے مجبور تھے ۔طباعت کا مسئلہ تھا، مخطوطے موجود ہونے کے بعد بھی منظر عام پر لانا آسان کام نہ تھا۔اہل قلم نے بازاروں اور محفلوں میں لین دین کے لیے عوام کے ساتھ جس زبان کو استعمال کیا وہ فارسی کے بجائے عام بول چال کی زبان تھی۔

لہٰذا یہ مان سکتے ہیں کہ ۱۸۰۰ء سے پہلے ہی اردو زبان عوام کے قریب آچکی تھی اور جو زبان عوام کی زبان بن جائے اس میں شاعری کے ساتھ نثری ادب کا ملنا لازمی ہو جاتا ہے ۔مختلف ناموں سے جانی جانے والی اردو کو کئی نام ملے کبھی ہندوی، کھڑی بولی ، ماگدھی تو کبھی ریختہ اور ہندوستانی کہا گیا۔غالب نے انیسویں صدی کے وسط تک اپنی زبان کو ریختہ بھی کہا اور اردو بھی۔

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

چنانچہ کلکتہ میں ۱۸۰۰ء میں اردو نثر کی وسعت میں بڑا اور اہم نام فورٹ ولیم کالج کا نظر آتا ہے ۔انگریزی حکومت کے مقاصد اور مصلحتیں اپنی جگہ تھیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیاسی اور انتظامی ضرورت نے اردو نثر کے لیے نئے دروازے کھول دیئے۔اور عام اردو نثر نگاری کی ابتداء فورٹ ولیم کالج کے قیام سے شروع ہوئی۔نثر کے بارے میں یہ فوقیت کلکتے کو حاصل ہے کہ اردو نثر کی ترقی کلکتے سے شروع ہوئی اور اسی لحاظ سے تاریخ ادب اردو میں نثر کے لیے کلکتہ کو امتیازی مقام بخشنا ہوگا۔

بنگال میں اردو نثر کی ارتقاء کے کئی سبب نظر آتے ہیں ۔انگریزی حکومت کا مرکز کلکتہ تھا صنعت وحرفت کے بڑے بڑے کارخانوں کے دفاتر کلکتہ میں تھے

،تلاش معاش کے لیے لوگ بہار، اتر پردیش اور پنجاب سے کلکتے پہنچ رہے تھے جو کہ شمالی ہند کی زبان ہندوی یا اردو بولتے تھے۔گرچہ فورٹ ولیم کالج کے قیام سے قبل قواعد ولغت کی کچھ کتابیں شائع ہو چکی تھیں لیکن ان کتابوں کو وہ مقبولیت نہیں ملی۔ فورٹ ولیم کالج کے منتظمین نے باقاعدہ تصنیف، تالیف اور ترجمے کا کام شروع کرایا اور زبان کو عام فہم اور سلیس بنانے کی جانب مثبت قدم اٹھایا۔اپنے دور کا پہلا واحد علمی اور ادبی ادارہ تھا جہاں اردو ٹائپ کا پہلا مطبع قائم ہوا اور بہت سی ادبی کتابیں بڑے حسن وخوبی کے ساتھ شائع کیں۔

فورٹ ولیم کالج کی کارکردگیوں کا ایک اہم اور خوشگوار اثر یہ ہوا کہ بنگال کے بنگالی شرفاء اور رؤسا میں اردو زبان سے نہ صرف دلچسپی پیدا ہوئی بلکہ اردو تہذیب نے ان کے دلوں کو موہ لیا اور بہت سے ہندو بنگالیوں نے اردو زبان میں گراں قدر کتابیں لکھیں اور شعروشاعری میں دلچسپی لینے لگے۔ یہ کارنامہ بھی اس دور کا ہے کہ پنڈت ہری ہردت کے زیر ادارت اردو کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' ۱۸۲۲ء میں منظر عام پر آیا۔

۱۸۰۰ء یعنی فورٹ ولیم کالج کے قیام سے ۱۸۵۷ء کی ناکام کوشش انقلاب تک بنگال میں جو نثری ادب ظہور پذیر ہوا، اسے داستانی دور کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اس زمانے میں زیادہ تر وہ کتابیں لکھی گئیں جو قصے کہانیوں پر مشتمل تھیں، وہ زیادہ تر ترجمہ تھیں اور انہیں تخلیق ذاتی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ یہ قصے کہانیاں کہیں بہت طویل تھیں اور کہیں بہت مختصر۔

زبان اردو خصوصاً نثری ادب کے لیے اس زمانے میں بڑا کام یہ ہوا کہ فورٹ ولیم کالج میں چھاپہ خانہ یعنی مطبع وجود میں آیا اور ۱۸۰۳ء میں کلکتے میں اردو کتابیں چھپنی شروع ہوئیں۔لکھنؤ، دہلی اور کانپور میں ۱۸۳۷ء سے قبل کسی اردو چھاپے خانے کا سراغ نہیں ملتا ہے۔ یہ بھی ایک بڑا سبب تھا جس کی وجہ سے دہلی لکھنؤ اور عظیم آباد کے اردو اہل قلم کی کتابیں ایک عرصہ تک منظر عام پر نہیں آسکیں۔

فورٹ ولیم کالج کا اشاعتی دور کیا ختم ہوا ، گویا بنگال میں اردو نثری سرگرمیوں پر ایک تعطل طاری ہو گیا اور کوئی ۱۵۔۲۰ سال تک بنگال میں اردو زبان کی تدریجی ترقی رک سی گئی اور ایک بے سمتی سی طاری ہوگئی۔ اکا دکا کتابیں لکھی جارہی تھیں جن کا اسلوب نگارش کہیں صاف اور سلیس بھی تھا کہیں مسجع و مقفع بھی جن پر بیدل اور ظہیر فاریابی کا رنگ غالب تھا۔ مثال کے طور پر، ''قصہ گل بکاؤلی'' (نہال چندلاہوری)، او''ر گل وصنوبر'' (ہیم چند کھتری)

اگر صاف و سلیس زبان میں لکھتے ہیں تو جا بجا مسجع و مقفع عبارت آرائی بھی نظر آتی ہے۔ اردو نثر کا یہ دور عبوری تھا، ابھی منزلیں متعین نہیں ہوئی تھیں۔ اہل کارواں شریک کارواں بھی ہے اور اپنی اپنی راہوں پر الگ الگ بھی۔ فورٹ ولیم کالج کے عملی طور پر معطل ہو جانے کے بعد بھی کچھ اہل قلم بطور ذریعہ معاش کچھ نہ کچھ لکھ رہے تھے جو زیادہ تر تصوف اور اسلامی اصولوں پر کتابچوں کی شکل میں تھے ۔دہلی کی افراتفری اور فورٹ ولیم کالج کے قیام نے انیسویں صدی کی ابتداء میں دہلی اور لکھنؤ کے بہت سے اہل قلم حضرات کو ترک وطن پر مجبور کر دیا تھا اور کالج ہی ان کا سہارا بنا تھا۔ جب وہ سہارا نہیں رہا تو بہت سے اردو اہل ادب اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے اور ایک طویل عرصے کے لیے بنگال میں خلاء پیدا ہو گیا۔

بنگال میں تو ایک عرصہ کے لیے خلاء پیدا ہو گیا اور اردو ارباب علم و ادب اپنے اپنے وطن لکھنؤ، دہلی، لاہور، عظیم آباد کو واپس چلے گئے لیکن اپنے ساتھ اردو زبان کو بھی لیتے گئے جس میں پچاس سے زیادہ کتابیں وہ لکھ چکے تھے۔ اس دوران وہاں کی روزمرہ زندگی میں بھی فرق آ گیا تھا۔

غالب نے اردو میں خطوط نویسی کا آغاز کر دیا تھا جو کہ بہت ہی سادہ سلیس اور عام فہم زبان میں ہوا کرتی تھی۔ غالب کے خطوط کی اس روش کی بڑی دھوم مچی اور اردو نثر میں ایک نیا خوشگوار، دلنشیں اسلوب پیدا ہو گیا اور اہل اردو کا ایک بڑا طبقہ لاشعوری طور پر اس راہ پر چل پڑا۔ شعور میں ایک عام بیداری بھی آئی اور ''سید الطاف

حسین حالی‘‘اور’’مولانا محمد حسین آزاد‘‘ جیسے اہل قلم زباں داں میدان میں کود پڑے ۔اچانک کچھ ایسا محسوس ہوا کہ بند دروازے کھل گئے اور نثری ادب کا ایک سیلاب امنڈ پڑا ہے۔ابتداء میں سرسید احمد کی لازوال شاہکار’’آثار الصنادید‘‘ سے ہوئی اور پھر محمد حسن نے اردو زبان میں شعراء قدیم وجدید کا پہلا تذکرہ لکھا جس کا نام’’آبِ حیات‘‘ ہے جو اپنی تمام ترکوتاہیوں کے باوجود آج بھی اہمیت کا حامل ہے۔

حالی نے سوانح نگاری اور تنقید نگاری کی وہ راہیں بنائیں جس پر بعد کو آنے والے اب تک چل رہے ہیں لیکن افسوس کہ دہلی ہمارا موضوع نہیں ہے۔ایک عرصے کے لیے جو خلاء پیدا ہوا،ان میں اردو ارباب علم وادب اپنے اپنے وطن واپس آ چکے ہیں اور اردو زبان کو بھی اپنے ساتھ لے آئے لیکن اس کے باوجود میر امن دہلوی،مظہر علی خاں ولا مرزا علی لطف،میر بہادر حسینی،سید حیدر بخش حیدری، بینی نارائن جہاں،نہال چند لاہوری،مرزا کاظم علی جواں،شیر علی افسوس وغیرہ کی خدمات کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔فورٹ ولیم کالج کے بعد اردو نثر میں جن کی بکھرتی ہوئی چیزیں ہمیں ملتی ہیں ان میں میر ابوالقاسم،چمئے جے مترا،ارمان،واحد علی شاہ،عبدالغفور نساح،عظمت اللہ النخ،سید محمد آزاد،عبدالغفور،شہباز،بدرالزماں بدر اہم ہیں۔

۱۹ویں صدی میں مغربی بنگال کی اردو زبان کے حوالے سے جن شخصیتوں نے اعتبار بخشا ان میں رضا علی وحشت،احمد اکبرآبادی مشہور ہیں۔یہ دور قصے کہانیوں کی سحرناک فضاؤں سے گزرتی ہوئی مذہب کو گلے لگاتے ہوئے تحقیق وتنقید تک پہنچی۔

۲۰ویں صدی میں بنگال کی تاریخ میں ابوالکلام آزاد کا نام شہرت کا حامل ہے۔انہوں نے اردو نثر کو آسمان کی بلندی عطا کی۔ان کے ساتھ ساتھ عبدالرزاق ملیح آبادی،واصف بنارسی،عندلیب شادانی،جمیل مظہری،راحت آراء بیگم،نیاز احمد خان ،سغریٰ سبزواری،سالک لکھنوی،شاہ مقبول احمد،رئیس الدین فریدی،مجیب الرحمان ،ابراہیم ہوش،سید لطیف الرحمان اور وفا راشدی وغیرہ نے بھی اردو زبان اور نثر کی ترقی میں کارہائے نمایاں انجام دیا۔

ان کے ساتھ ساتھ احمد سعید ملیح آباد، حرمت الکرام، جاوید نہال، شانتی رنجن بھٹا چاریہ، علقمہ شبلی، مولوی محمد اسحاق، ظہیر ناشاد، سعید پریمی، عابد ضمیر، نصر غزالی، ظفر اگانوی، معین اعجاز، سجاد نذر، یوسف تقی، انیس رفیع، فیروز عابد، مشتاق احمد، ابوبکر جیلانی، شمیم انور اور پروفیسر عبدالمنان نے بھی اپنی تحریروں سے مغربی بنگال میں اردو کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کیا۔

ان حالات کے تناظر میں جب ہم مغربی بنگال میں اردو زبان کے آغاز وارتقاء پر روشنی ڈالتے ہیں تو ہمیں مایوسی نہیں ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم کمیت میں کم ضرور ہیں لیکن کیفیت میں کسی سے کم نہیں۔

نئی نسلوں سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی تحریروں سے بنگال کی تاریخ کو اعتبار بخشیں گے۔ خواجہ نسیم اختر، ابو ذر ہاشمی، شہناز نبی، شوکت اعظم، خالدہ حسینی، عشرت بیتاب، ظہیر انور، کمال احمد ایسے نام ہیں جو مستقبل میں درخشندہ ستارہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۱۔ مغربی بنگال میں اردو کا لسانی ارتقاء   عبدالرؤف۔ مغربی بنگال اردو اکادمی

۲۔ مغربی بنگال میں اردو کا سفر   ایم۔ اے۔ نصر   ۱۹۷۷

۳۔ ارباب نثر اردو   فورٹ ولیم کالج کے اردو نثر نویسوں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مولوی سید محمد صاحب، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن

۴۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات۔   ڈاکٹر عبیدہ بیگم، ۱۹۸۳، انجمن ترقی اردو

۵۔ فورٹ ولیم کالج تحریک اور تاریخ   پروفیسر سید وقار عظیم، یونیورسل بک ہاؤس اردو بازار پاکستان۔

☆☆☆